اتنی حجتیں جمع فرمادیں، تو گویا ایک نئے علم کلام کی بنیاد ڈال دی جس سے اسلامی حقائق اور دقائق پورے واضح ہوتے ہیں ــــ اور مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنی نظر کے لحاظ سے کہتا ہوں کہ سلف میں بھی بہت کم لوگ ملیں گے جنہوں نے اس قسم کی حکمت جمع کی ہو۔ یہ حضرت ہی کا حصہ ہے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ حضرت کی ہر چیز بیچ کی نہ تھی بلکہ آخری کنارے پر لگی ہوتی ــــ

علم کے بارہ میں ایک بات مجھے اور یاد آئی کہ مولانا یعقوب صاحب کشف و کرامت بزرگوں میں سے تھے، اور ان کے ہاں اخفاء تھا نہیں، جو واردات ہوتی صبح طالب العلموں کے سامنے پیش کر دیتے کہ یہ رات کو کشف ہوا، یہ الہام ہوا، یہ عادت تھی۔ تو ایک دن فرمایا کہ بھئی آج صبح کی نماز پڑھنے کھڑا ہوا تو بال بال بچ گیا، میرے مرنے میں کسر نہیں تھی، طلبہ نے عرض کیا کہ کیا پیش آئی کہ قرآن کریم کے علم کا ایک اتنا بڑا دریا میرے قلب کے اوپر گذرا، اور غنیمت یہ ہے کہ وہ گذرتے ہی نکل گیا، ورنہ میں تحمل نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے بعد خود فرمایا کہ میں مراقب ہوا کہ یہ کیا چیز تھی تو منکشف یہ ہوا کہ میرے بھائی حضرت نانوتوی میرٹھ میں میری طرف متوجہ ہوئے، ان کی توجہ کا یہ اثر کہ علم کا ایک عظیم دریا میرے قلب پہ گذرا اور اس کے بعد خود فرمایا کہ جس شخص کی توجہ کا اتنا اثر ہے کہ اتنا بڑا علم گذر جائے کہ برداشت نہ کر سکے تو وہ شخص خود اتنا بڑا علم کس طرح اٹھائے پھر رہا ہے اس میں ایک واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ مولانا یعقوب اور تمام اساتذہ دار العلوم نے جن میں اساتذہ بھی ائمہ فنون تھے ــــ مولانا سعید احمد صاحب امام معقولات سمجھے جاتے تھے ــــ ان سب نے ملکر حضرت نانوتویؒ سے درخواست کی کہ تفسیر کی کوئی کتاب پڑھا دیں۔ تاکہ قرآنی علوم ہم بھی سیکھیں۔ حالانکہ یہ سب ائمہ علوم تھے مولانا یعقوب تو صدر مدرس تھے، تو حضرت نے منظور فرمایا چھتہ کی مسجد میں حضرت نے درس شروع کر دیا الٓمٓ سے شروع فرمایا تو حروف مقطعات پہ کوئی دو ڈھائی گھنٹہ تقریر فرمائی اور عجیب و غریب علوم و معارف ارشاد فرمائے اور یہ عجیب بے نفسی کا دور تھا کہ یہ سارے اساتذہ سبق پڑھ کر باہم کہنے لگے کہ بغیر تکرار کے یہ علوم محفوظ نہیں ہوں گے۔ لہذا تکرار کیا جاوے۔ نودرہ میں بیٹھ کر تکرار شروع ہو گیا، مولانا یعقوب نے تقریر شروع کی بیچ میں ایک جگہ رک کے بات یاد نہیں رہی کسی اور کو بھی یاد نہ آئی، تو کہا میں مولانا سے پوچھ کر یہ تقریر کروں گا ــــ تو صبح کی نماز پڑھ کر حضرت جب اپنے حجرہ میں آ رہے تھے تو مولانا یعقوب نے عرض کیا کہ حضرت تقریر کا

فلاں حصہ یاد نہیں رہا تو کھڑے کھڑے حضرت نے تقریر شروع کی، مولانا فرماتے ہیں کہ نہ لفظ اس عالم کے تھے نہ معنی اس عالم کے ایک حرف بھی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا فرما رہے ہیں، تو عرض کیا کہ حضرت ذرا نازل ہو کر فرمائیے کہ کچھ سمجھ جاؤں، اب دوبارہ تقریر شروع کی تو الفاظ سب سمجھ میں آئے مگر معانی نہیں، تو پھر عرض کیا کہ حضرت کچھ اور نازل فرمائیے ہم وہاں تک نہیں پہنچے تو فرمایا کہ مولانا دوسرے وقت آئیے گا۔ تو اس وقت کہوں گا، تو علوم میں اس وقت کتنا عروج ہو گا کہ ادھر کہہ رہے ہیں اور ادھر سمجھ میں نہیں آرہا، تو علم کا یہ حال تھا اور عمل تو ظاہر ہے ـــــ راقم نے عرض کیا کہ حضرت ایسے علوم و معارف کی تسہیل اگر ہو جائے تو اس میں بہت سے فتنوں کا علاج ہے، فرمایا: "ہاں ہم نے مجلس معارف القرآن سے اسے شروع کیا اور ایک آدھ رسالہ چھاپا بھی تسہیل بھی کی لیکن یہ سلسلہ چلا نہیں اس لئے کہ علماء کی توجہ نہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ مغلق مضامین ہیں۔ میں نے کہا کہ بھئی حمداللہ اور ملاحسن اور قاضی سمجھ لو تو ان علوم میں کیا دقت ہے۔ تو ارادہ نہیں سمجھنے کا ـــــ عرض کیا گیا کہ کاش! مولانا مناظر احسن گیلانی نے سوانح قاسمی میں علوم قاسمی کا جو منصوبہ پیش کیا، اس کے مطابق کام کرنے کی کوئی صورت نکل آئے، حضرت قاری صاحب فرمانے لگے کہ وہ منصوبہ میں نے ہی مولانا گیلانی مرحوم کے سامنے رکھا تھا کہ آپ نے تین جلدوں میں سوانح لکھی مگر اصل سوانح تو حضرت کے علوم ہیں۔ آپ اس پر تبصرہ کریں مگر افسوس کہ اس کام سے پہلے مولانا گیلانیؒ کی وفات ہو گئی، پانچ ہی صفحات مقدمہ کی شکل میں لکھ پائے تھے ـــــ الغرض بڑے عجیب و غریب علوم و حقائق ہیں ـــــ۔ (جاری ہے) ★

تازہ ترین خبروں اور شائستہ مواد کے مطالعہ کیلئے

روزنامہ **وفاق**

پڑھیے

سالانہ چندہ ۴۵ روپے ـــــ ششماہی ۲۳ روپے ـــــ سہ ماہی ۱۲ روپے

جنرل منیجر روزنامہ وفاق ۔ ۱۳ میکلوڈ روڈ۔ پوسٹ بکس ۶۱۵۔ لاہور

حفاظتِ قرآن

تقریر:- شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ
تحریر:- محمد عثمان غنی بی۔اے، واہ کینٹ۔

مورخہ ۲۵ر شعبان المعظم ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۷ر نومبر ۱۹۶۸ء واہ کینٹ میں درسِ قرآن وحدیث کی چوتھی سالانہ تقریب منعقد ہوئی۔ یہ درس ہر ماہ کے آخری اتوار حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ خلیفہ مجاز حضرت لاہوری ارشاد فرماتے ہیں۔ مہمانانِ خصوصی میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے علاوہ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ، حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری مدظلہ۔ اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب ایڈیٹر ماہنامہ الحق کے اسماءگرامی قابلِ ذکر ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے اس اجتماع میں جو تقریر ارشاد فرمائی اس کا قلمی عکس عنوانِ بالا کے تحت پیش خدمت ہے

—— محمد عثمان غنی ——

★

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (پ۱۴ س الحجر آیت ۹)

محترم بزرگو! اللہ تبارک وتعالیٰ کا ازحد احسان ہے مجھ ناچیز پر کہ ایسے مبارک درس میں شمولیت کا موقع اللہ جل مجدہٗ نے عطا فرمایا۔

مجھ سے پہلے درسِ قرآن اور درسِ حدیث آپ سن چکے ہیں۔ وقت بھی کافی بحمد اللہ گذر چکا ہے اور اس کے بعد ہم سب کے مخدوم، جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم تشریف لائیں گے اور دعا فرمائیں گے۔

بزرگو! بھائیو! آپ حضرات کے سامنے دو نعمتیں پیش ہوئیں۔ ایک قرآن مجید کا درس اور دوسرے احادیث کا درس۔ خداوند کریم کی نعمتیں ظاہر بات ہے کہ جو کچھ بھی ہم دیکھ رہے ہیں

یہ سب اللہ جل مجدہٗ کی جانب سے ہے۔ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ۔ (س النحل آیت ۵۳) اللہ جل مجدہٗ فرماتے ہیں تم پر جتنی نعمتیں ہیں، اپنا وجود آپ لیں، وہ قویٰ جو اللہ جل مجدہٗ نے ہمیں دئیے ہیں، وہ شکل و صورت جو ہمیں اللہ نے عطا فرمائی، وہ جو بیرونی نعمتیں ہیں، یہ چاند، یہ سورج، یہ ہوا، یہ قسم قسم کی غذائیں جو ہمیں مل رہی ہیں، یہ سب کی سب اللہ کی جانب سے ہیں۔

کفار بھی یہی کہتے رہے ہیں: وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (س لقمان آیت ۲۵) اور آج بھی چیلنج ہے۔ کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ آسمان یا یہ زمین یا یہ سورج یا یہ دریا کسی اور کی مخلوق ہیں۔

محترم بزرگو! انسان کے اوپر جو نعمتیں ہیں خصوصاً، یہ تو اتنی کثیر ہیں جن کا شمار بھی نہیں ہو سکتا۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ (س النحل آیت ۱۸) اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم اُن پر احاطہ نہیں کر سکتے۔ ان تمام نعمتوں میں سے بڑی نعمت اسلام کی نعمت ہے، قرآن کی نعمت ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی۔

محترم بزرگو! قرآنِ مجید، اس کی تلاوت، اس کی افہام اور تفہیم کا موقع جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ عطا فرما دے، یہ اس قدر بیش بہا نعمت ہے کہ اسکی کوئی حد اور کوئی انتہا نہیں۔

حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ نعمتِ تلاوتِ قرآن اور درس و تدریس، افہام و تفہیمِ قرآن اللہ جل مجدہٗ نے امتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو عطا فرمائی، انسان کو عطا فرمائی۔ اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۭ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ (س الرحمٰن آیت ۱-۴)

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ نعمت، یہ عطیہ فرشتوں کو نہیں ملا۔ اس لئے حدیث میں آتا ہے کہ مسلمان جب جماعت کیلئے، نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو فرشتے آکر اقتداء کر لیتے ہیں، نماز میں آکر شریک ہو جاتے ہیں۔ اور جس وقت امام سورۂ فاتحہ کو پڑھ لیتا ہے، تو اس کے بعد وہ ملائکہ بھی آمین پڑھتے ہیں ——— ایک حدیث میں آتا ہے: وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهٗ بَيْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ — (رَوَاهُ مُسْلِم)۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کوئی قوم کسی مکان میں، خدا کے گھر میں یا کسی جگہ پر جمع ہوتی ہے کہ وہ قرآن مجید کی تلاوت کرے، درس سُنے، درس دے۔ (جیسا کہ آپ حضرات یہاں جمع ہیں۔) تو اُن کے اُوپر خدا کی جانب سے رحمت برستی ہے، اُن

کو خدا کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے آکر یہاں سے آسمان تک یکے بعد دیگرے جمع ہو جاتے ہیں: حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ط۔ تو حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں، یہ اتنی بڑی نعمت ہے، یہ عطیہ ہے، جس سے اس اُمّت کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نوازا ہے۔

میرے محترم بزرگو! قرآن مجید، جس کو وحی متلو کہا جاتا ہے، اس کا بھیجنے والا، نازل فرمانے والا، اللہ جل مجدہٗ ہے، جو پاک ہے، يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (س التغابن آیت۱) جسکی شان یہ ہے کہ جتنی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں، سب کی سب اس کی تسبیح اور پاکی بیان کر رہی ہیں، جو بادشاہ ہے جو حاکم ہے، جو مالک ہے، جو قادر ہے، جو حکیم ہے ۔۔۔ قرآن مجید کو نازل فرمانے والا بھی اللہ ہے ۔ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، جسطرح اللہ کے کا مثل کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا، اللہ کے کلام کا بھی کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا، قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝ (س بنی اسرائیل آیت ۸۸) اگر تمام دنیا، تمام مخلوق بھی جمع ہو جائے، جن وانس سب کے سب جمع ہو جائیں۔ اگر اس قرآن کے مثل کوئی دوسری چیز یہ پیش کریں۔ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝

قرآن مجید کی شان یہ ہے کہ، لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝ (س حم السجدہ آیت ۴۲)۔ بھائی! عقل ٹھوکر مار سکتی ہے، انسان کی رائے غلطی کر سکتی ہے، قوم ایک چیز پر اگر جمع ہو جائے، ممکن ہے وہ غلطی کریں، سائنسدان غلطی کر سکتا ہے، طبیب غلطی کر سکتا ہے، فلسفی غلطی کر سکتا ہے، عالم غلطی کر سکتا ہے، لیکن اللہ جل مجدہٗ نے جس وحی کو نازل فرمایا اس کے متعلق اعلان ہے: لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ۔ کبھی اس میں آمیزش باطل کی نہیں ہو سکتی۔ الحمد للہ یہ نہیں فرمایا کہ گذشتہ زمانے میں باطل نہیں آسکتا تھا، اب آئے گا۔ نہیں ۔ قیامت تک نہیں آسکتا۔ لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ۔ نہ آگے سے نہ پیچھے سے، اس میں کوئی آمیزش باطل کی کر ہی نہیں سکتا۔ ورنہ بھائیو! چودہ سو برس قرآن مجید کے نزول کا زمانہ گذرا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ باطل نے سر توڑ کوشش کی اس قرآن کے مٹانے کے لئے، اس کے الفاظ کے مٹانے کی کوشش کی، اس کے معانی میں تحریف کی کوشش کی، اور اللہ نے اس قرآن کی حفاظت کیسے کی ؟ کہ اس کا لب ولہجہ بھی خدا نے محفوظ کر لیا۔ ہمارے سامنے قاری غلام فرید صاحب نے دو دفعہ تلاوت کی جو آپ نے سن لی۔ اللہ نے ایک جماعت

قاریوں کی پیدا کی کہ وہ اس کے لب و لہجے کی حفاظت کریں، ایک جماعت حافظوں کی پیدا کی، اللہ جل مجدہٗ دین کی حفاظت کے لئے عجیب عجیب انتظام فرما دیتے ہیں۔ دیکھئے! جو لولا ہو، لنگڑا ہو، نابینا ہو، ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کسی کام کا نہیں ہے، لیکن اللہ نے اس کو قرآن کا حافظ بنا دیا ۔۔ ایک وقت تھا چودہ لاکھ حافظ مسلمانوں میں موجود تھے ۔۔۔ اب بھی انشاء اللہ اگر یہاں پر گنیں گے تو آپ کو بیس تیس حافظ اس چھوٹی سی جماعت میں مل جائیں گے۔ اللہ نے قرآن مجید کے لب و لہجہ کی حفاظت کی۔ قراء کی ایک جماعت تیار فرمائی۔ اسی طرح اللہ نے قرآن کے رسم الخط کی بھی حفاظت کی ۔۔ یہاں تک کہ جس طریقے پر قرآن مجید لکھا گیا ہے، اس کی حفاظت بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمائی ۔۔ مثلاً آج تک موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا نام جو آتا ہے تو آپ حضرات تو پڑھتے ہوں گے موسیٰ، عیسیٰ۔ یعنی الف کے ساتھ "موسا، عیسا" نہیں لکھتے بلکہ ی کے ساتھ لکھتے ہیں موسیٰ، عیسیٰ۔ اب اگر رسم الخط کے مطابق ہم اردو کے لہجے میں تلفظ کرتے تو موسی عیسی پڑھتے لیکن ایسا نہیں پڑھتے، بلکہ مُوسیٰ، عیسیٰ پڑھتے ہیں ۔۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ ۔۔ اب اَلرَّحْمٰنِ لکھا جاتا ہے، تو میم کے بعد الف نہیں لکھا جاتا، بلکہ مَ کے اوپر ایک اشارہ سا ہے مد کی طرف تو اَلرَّحْمٰن پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس رسم الخط کو بھی آج تک محفوظ رکھا ہے۔

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا لطیفہ ہے، ایک دفعہ گاڑی میں فسٹ کلاس میں جا رہے تھے، ایک انگریزی تعلیم یافتہ بھی سفر کر رہا تھا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں میں قرآن مجید تھا۔ تو اس تعلیم یافتہ نے عرض کی کہ حضرت! مجھے بتلائیں، کیا چیز ہے یہ؟ فرمایا آپ ایسے کیا کرتے ہیں۔ اس نے کہا، جی میں دیکھتا ہوں ذرا۔ خیر حضرت تھانویؒ نے دے دیا۔ تو جیسے حضرت مولانا زاہد الحسینی صاحب نے ہمارے سامنے آلٓرا شروع کر دیا۔ اب وہ دیکھتا ہے اُس کو، حضرت تھانویؒ نے اس سے پوچھا کہ بھائی! تم نے اس میں سے کیا پڑھا؟ اُس نے کہا، حضرت! یہ تو ہے آل رَا ۔۔ نہیں بلکہ آلو ۔۔ آ ۔۔ لو ۔۔ اب وہ "آلو" ہو گیا ۔۔ ایم۔ اے پاس ہے ۔۔ آلٓرا جس طریقے پر لکھا ہے، الف لام رَا ۔۔ تو نہ یہ آل رَا پڑھ سکتے ہیں، نہ آلو، اور اَلْرَا پڑھ سکتے ہیں، بلکہ الف لام را۔

الغرض رسم الخط لب و لہجے اور الفاظ کی حفاظت کی طرح اُن کے معانی کیلئے اللہ جل مجدہٗ نے حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی اور جناب عثمان غنی صاحب جیسے حضرات کو پیدا کیا ۔۔ یہ اللہ کی امداد اور وعدہ کا ظہور ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ اس کے معانی

کی حفاظت اللہ نے فرمائی علماء کے ذریعے سے، اور پھر ان علماء کو اللہ نے یہ جذبہ دیا کہ تم جاؤ، پھرو اور لوگوں کو قرآن مجید کے معانی سمجھاؤ۔

بڑے خوش قسمت ہیں اس مدرس کے کارکن حضرات، حضرت مفتی بشیر احمد صاحب دامت برکاتہم نے آپ کے سامنے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو نقل کیا : رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ (پ البقرہ آیت ۱۲۹) ایک جگہ ہے : هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۃ (پ الجمعہ آیت ۲) بھائی ! پیغمبر کا کام کیا ہے ؟ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ ، خدا کی آیتوں کو تلاوت کرنا —— ایک کام تو یہ ہے کہ قرآن مجید کا صحیح تلفظ بتلا دے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ ، اللہ وہ ذات ہے جس نے ان پڑھوں میں بھیجا ایک عظیم الشان رسول ——— یہاں بھی ایک عجیب نکتہ ہے۔ دیکھئے ، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان پڑھوں میں رسول بھیجا، جہاں نہ کالج تھا، نہ سکول تھا، مکہ معظمہ کیا، تمام جزیرۂ عرب میں کوئی لکھنے والا، پڑھنے والا نہیں تھا، کوئی تعلیم یافتہ نہیں تھا۔ یہ ایک الگ چیز ہے کہ اس قرآن مجید کے نازل ہونے سے پہلے وہ قوم ان پڑھ تھی، لیکن اس قرآن مجید کی برکت سے، اس کے پڑھنے اور اس کے نزول کی برکت سے وہاں پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ، جیسے بلند مرتبہ حضرات پیدا ہوئے۔ انہوں نے کس طریقے سے انصاف کیا اور عادلانہ طریقے پر حکومتیں کیں، آج بھی سیرت العمرین یعنی حضرت عمر اور عمر ابن عبدالعزیز کی سیرت کو یورپ کے بعض کالجوں میں پڑھایا جاتا ہے کہ جو حاکم بنے تو اس کو ذرا پڑھ لے۔ وہ قوم جو کہ ان پڑھ تھی، جن میں کبھی کوئی فیلسوف، کوئی ماہر نہیں گذرا، لیکن اس قرآن کی برکت سے اُن اُمیّین میں خالد بن ولید جیسے کمانڈر انچیف، ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے امین اور حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ جیسے فقیہہ پیدا ہوتے ہیں، اور خلفاء راشدین کی تو نظیر کسی امت میں نہیں ہے۔

فرض کیجئے اگر یہاں واہ کینٹ میں جہاں کہ بحمد اللہ سکول بھی ہیں کالج بھی ہیں۔ تربیت بھی ہے، اگر اس میں کوئی تربیت یافتہ آدمی نکل آئے تو وہ بھی خدا کا احسان ہے۔ لیکن کوئی عجیب بات نہیں۔ اس لئے کہ بحمد اللہ سب تعلیم یافتہ ہیں۔ اب سب تعلیم یافتوں میں اگر ایک شخص کسی مہارت کا مالک ہو جائے، تعلیم کے لحاظ سے تو وہ اتنے تعجب کی چیز نہیں۔ لیکن جہاں کی تقریباً چار لاکھ عرب آبادی اُمی ہو، وادی غیر ذی زرع ہو، وہاں پر اللہ جل مجدہٗ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور اس قرآن کی برکت سے وہاں علماء پیدا ہوئے، وہاں افواج کے کمانڈر پیدا ہوئے، وہاں سلاطین کے

استاد پیدا ہوئے، سیاستدان پیدا ہوئے، فقہاء پیدا ہوئے، قرّاء پیدا ہوتے اور تزکیۂ باطن کی تو کچھ مثالیں آپ نے سُن لیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنخواہ آٹھ آنے یومیہ تھی۔ حضرت ابو عبیدہ بن جرّاح اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ امیر المومنین کی یومیہ تنخواہ بہت کم ہے، ایک ادنیٰ چپڑاسی کی جو تنخواہ تھی وہ امیر المومنین لیا کرتے تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ کسریٰ کا تاج جو کروڑوں روپے کا تھا، مدینہ منوّرہ کے گلی کوچوں میں ازراہ مذاق ایک غریب شخص کے سر پہ رکھا۔ اور لوگ ٹھوکریں گیند کیطرح لگاتے تھے۔ دنیا کے بیوقوف کہ دس کروڑ روپیہ تاج پر اس نے خرچ کیا۔ مال کی کمی نہ تھی، لیکن خلیفۂ وقت کو آٹھ آنے یومیہ ملتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں صحابہ جرأت نہیں کر سکتے کہ عرض کریں کہ کچھ نہ کچھ یومیہ یعنی تنخواہ زیادہ لے لیں۔ تو حضرت حفصہؓ کی خدمت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابوعبیدہ ابن جرّاح اور دوسرے اکابر صحابہؓ پہنچے چونکہ یہ حضرت عمرؓ کی صاحبزادی تھیں، اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ اور اُمّ المومنین تھیں، اس لیے حضرت عمر ان کا احترام کرتے تھے۔ وفد گیا حضرت حفصہؓ کے پاس کہ ہماری درخواست ہے، آپ اپنے والدِ محترم کی خدمت میں عرض کریں، کہ آٹھ آنے یومیہ سے کیا ہوتا ہے؟ کچھ نہ کچھ تنخواہ زیادہ آپ لیں۔ صحابہؓ کے تزکیہ کو دیکھئے کہ مال کو کسطرح سے انہوں نے لات ماری —— فوراً چہرہ سُرخ ہوتا ہے، فرماتے ہیں: یہ بتاؤ کس نے کہا تم کو؟ انہوں نے کہا حضرت! میں نے اُن سے وعدہ کر لیا ہے کہ نام نہیں بتاؤں گی، فرمایا کہ اگر مجھ کو اُن کے نام معلوم ہو جاتے تو میں اُن کو سیدھا کر دیتا —— اور پھر اس کے بعد حضرت عمر پوچھتے ہیں حضرت حفصہؓ سے کہ یہ بتایئے کہ آپ کے ہاں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرش کیا تھا۔؟ حضرت حفصہ نے کہا میرے ہاں ایک ٹاٹ بچھا ہوا رہتا تھا، سردی کے زمانے میں اس ٹاٹ کو آدھا نیچے کر لیا کرتے تھے، اور آدھا اوپر پہن لیا کرتے تھے —— یہ ہے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فراش —— قربان جایئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہا حضرت علیؓ کی بیوی ہیں، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جگر گوشہ، خاتونِ جنّت، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال جب ہونے لگا تو فرمایا کہ اے بیٹی! تو مت رونا خاندان میں سے سب سے پہلے تیری ملاقات مجھ سے ہوگی۔ اور جنّت کی جتنی عورتیں ہیں اُن تمام کی سرداری اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں دیں گے —— وہ خاتونِ جنّت آ کر عرض کرتی ہیں کہ حضور! میں

اپنے ہاتھ سے چکی پیستی ہوں، میں اپنے ہاتھ سے گھوڑے کیلئے گھاس تیار کرتی ہوں، از راہِ نوازش مجھے خادم عطا فرمایا جائے ــــ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹی! اس سے بڑی چیز میں تمہیں بتاتا ہوں۔ وہ یہ کہ جب تم سونے لگو تو اُس وقت ۳۳ دفعہ سبحان اللہ، ۳۳ دفعہ الحمد للہ، ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو ــــ یہ تو ذکرِ الٰہی ہوا، آج بھی تسبیحِ فاطمی سے مشہور ہے۔ پانچ نمازوں کے بعد بھی اسے پڑھا جائے ــــ اور پھر یہ فرمایا کہ بیٹی! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک جُبّہ تھا، دن کے وقت جب وہ گھر سے تبلیغ کیلئے نکلتے تھے تو وہ پہن لیتے تھے اور رات کے وقت میاں بیوی کے لئے یہی ایک جُبّہ تھا۔ کون حضرت موسیٰ؟ جن کی لاٹھی میں اللہ نے وہ طاقت رکھی کہ فرعون کی تمام سائنس مات پڑ گئی۔ فرعون ۲۵ لاکھ کی فوج سے کہ بحیرۂ قلزم کے کنارے چلتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ کہاں ہم سے چھوٹیں گے۔؟ فرعون جو اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی. کا دعویٰ کرنے والا تھا، وہ جاتا ہے کئی لاکھ فوج سے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے اور ان کے پاس ایک لاٹھی ہے۔ دریا کے کنارے پہنچے، قوم انہیں کہتی ہے کہ حضرت! وہاں سے تو ہمیں آپ نکال لائے، آگے سمندر ہے پیچھے فرعون ہے، ہم کو تو دو چکی کے پاٹوں میں آپ نے گھیر لیا، اب تو ہم ختم ہو جائیں گے۔ فرمایا: اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ۔ (س الشعراء آیت ۶۲) کوئی فکر نہ کرو، ایک لاٹھی کو مارا بحیرۂ قلزم کے اوپر، بارہ سڑکیں بن گئیں، بارہ دیواریں بن گئیں، ان سڑکوں پر وہ جو بارہ قبیلے ہیں، الگ الگ جا رہے ہیں ــــ یعنی طاقت اللہ نے پیغمبر کو اتنی دی کہ ایک لاٹھی کی ضرب سے بحیرۂ قلزم میں بارہ سڑکیں بن گئیں، اور ان کے اوپر فوجیں جا رہی ہیں، لیکن ایک طرف حالت یہ ہے، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک جُبّہ ہے اُس ایک جُبّے کو رات کے وقت میاں بیوی دونوں اوڑھ لیتے تھے اور دن کے وقت اُس جُبّے کو پہن کر تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ سے فرمایا کہ بیٹی! یہ بتا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں اچھے سے اچھا، لذیذ سے لذیذ کھانا جو تناول فرمایا وہ کیا تھا۔؟ وہ کونسی چیز تھی؟ حضرت حفصہؓ نے عرض کیا اپنے والد ماجد سے کہ حضرت! میرے ہاں ایک دفعہ گھی تھوڑا سا ہانڈی کے تلچھٹ میں تھا، اور گھر میں جَو کی روٹی تھی، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے میں نے اس گھی کو روٹی کے اوپر مل کر خدمت میں پیش کیا۔ تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شوق سے تناول فرمایا ــــ

میرے محترم بزرگو! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیصر و کسریٰ کے خزانوں کے جو مالک

ہیں، اُن کا یومیہ آٹھ آنے ہے اور مسلمان جو اہلِ حل والعقد ہیں، مجلس وزراء اور مجلس شوریٰ جس کو کہا جاتا ہے، وہ درخواست کرتے ہیں، درخواست میں وہ ڈرتے ہیں کہ سامنے تو ہم کہہ نہیں سکتے، حضرت حفصہؓ کو واسطہ بنایا، پھر حضرت عمرؓ جواب دیتے ہیں کہ اے بیٹی! حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک راستہ ہمیں سکھلایا ہے، اور اُس راستے پر میرے ایک ساتھی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلے اور منزلِ مقصود پر پہنچ گئے، تم اُن آدمیوں کو کہہ دینا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اُس راستے سے ہٹ کر چلوں؟ پھر منزلِ مقصود پر کیسے پہنچوں گا۔؟ میری زندگی وہی ہوگی۔ آج آپ دیکھئے دس بارہ کروڑ مشرقِ وسطیٰ کے مسلمان ہیں۔ لیکن یہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم دس بارہ کروڑ طاقت والوں نے بائیس لاکھ آدمیوں سے تھپڑ کھائے اور کتنی ذلت ہم آج اٹھا رہے ہیں۔ اور ایک وقت وہ ہے، یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، جب اُن کو یہ معلوم ہوا، بیت المقدس کے پادریوں نے فوج سے یہ کہا کہ اس بیت المقدس کی کنجی ہم تمہارے امیر اور خلیفہ کو دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ سے آنے لگے۔ طریقہ یہ تھا کہ دو میل چار میل خود سوار ہیں۔ اور پھر اُترے، اونٹ کی مہار پکڑی، اور غلام سے کہا کہ اب چار میل تم سوار رہو، اتفاق کی بات کہ جب بیت المقدس قریب آیا تو راستے میں ہزاروں پادری اور بڑے بڑے کرنل اور جرنیل استقبال کیلئے کھڑے ہیں۔ کیا دیکھتے ہیں ابوعبیدہ بن جراح کہ امیر المومنین تو مہار پکڑے ہوئے ہیں اور غلام اونٹنی پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس وقت ابوعبیدہ نے عرض کیا کہ حضرت! یہ ایک جوڑا کپڑوں کا میں لایا ہوں، صاف ستھرا، آپ کے سامنے یہ جتنے لوگ ہیں، اس ملک کے کفار، یہ سب کے سب تعظیماً کھڑے ہیں، بڑے زرد جواہر کا لباس انہوں نے پہنا ہوا ہے۔ آپ امیر المومنین ہیں۔ (اُس وقت کرتے کے اوپر بارہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔) اور پھر یہ مہار آپ نے پکڑی ہے اور آپ کا غلام اُوپر بیٹھا ہے۔ آپ ایسا کریں کہ ان کپڑوں کو بدلیں، یہ صاف ستھرے کپڑے پہن لیں، فرمایا: دیکھو ابوعبیدہ! ہم کو اللہ نے جو عزت دی یہ کپڑوں کی وجہ سے نہیں ہے، یہ اسلام اور لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کی برکت سے ہے ــــ کہاں ہم اُمیین اور کہاں یہ قیصر و کسریٰ اور تمام بیت المقدس کے جو پادری ہیں اور اس ملک کے باشندے، یہ ہمارے استقبال کے لئے کھڑے ہیں، یہ برکت کس کی ہے۔؟ یہ کپڑے کی نہیں ہے کہ ہمارے کپڑے اچھے ہوں، یا دولت کی نہیں ہے، یہ برکت ہے اُس کلمے کی، اُس قرآن کی، ھُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ۔ اللہ وہ

ذات ہے جس نے اُمیّین میں یعنی اَن پڑھوں میں رسول بھیجا ۔۔۔۔ اس میں ایک نکتہ یہ بھی علماء لکھتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اس وقت تمام دنیا غلطی میں مبتلا تھی، تمام دنیا میں شرک، گناہ، غلطی موجود تھی، لیکن عرب کی غلطی جو تھی وہ جہل کی غلطی تھی۔ یعنی امی تھے، ناسمجھ تھے، اور قیصر و کسریٰ، شام و روم اور دوسرے ملکوں کی جو غلطیاں تھیں وہ علمی تھیں، وہ خوب سمجھتے تھے کہ شرک بُرا ہے لیکن کرتے رہے ۔۔۔۔ فرق تھا ۔۔ عرب کے باشندے تھے تھے وہ جہل بسیط میں مبتلا تھے، یعنی وہ اَن پڑھ تھے اور اَن پڑھ ہونے کی وجہ سے بس وہ غلطیوں میں پڑے ہوئے تھے ۔۔۔۔ اور باقی دنیا کے لوگ تعلیم یافتہ تھے ۔۔۔۔

بھائیو! اَن پڑھ آدمی کا ٹھیک کرنا تو مشکل نہیں ہے، لیکن تعلیم یافتہ جب خراب ہو جائے تو اُس کا ٹھیک کرنا بڑا مشکل ہے اس کی ایک مثال میں آپ کو دیتا ہوں۔ فرض کیجئے ایک مٹی کی تختی ہے اس پر چند حروف غلط آپ لکھ لیں، آپ نے کسی کے سامنے کہہ دیا، کہ بھائی یہ تختی ہے، اس پر یہ کلمہ لکھا ہوا ہے، وہ کہے، بھائی! یہ تو غلط ہے۔ بھائی! اس کی اصلاح کیسے کریں۔؟ ذرا دھو لو، ۔۔۔۔ پانی سے دھو لیجئے اور پھر اُس پر مٹی مل لیجئے، پھر صحیح کلمہ لکھئے ۔۔۔۔ تو جاہل جو ہوتا ہے، وہ ناسمجھی کی بنا پر چاہے جو کچھ بھی کرے لیکن ایک دفعہ جب وہ سمجھ جاتا ہے تو پھر وہ غلط راستے پر نہیں جاتا۔ آپ کے سامنے حضرت مفتی بشیر احمد صاحب نے ولید ابن ولید کا قصہ سنا دیا کہ جب تک اُسے اسلام معلوم نہ تھا وہ مخالفت بھی کرتا رہا، لڑتا بھی رہا، لیکن جب اُسے ایک چیز معلوم ہو گئی کہ یہ حق ہے، پھر وہ اس وقت سب کچھ قربان کرنے لگا، اور مسلمان ہوا ۔۔۔۔ اور یہ تعلیم یافتہ جب خراب ہو جاتا ہے، اُس کی مثال ایسی ہے جیسے لوہے کی ایک تختی میں آپ غلط حروف کندہ کر دیں، اب اس تختی میں سے آپ اُس غلط کلمے یا غلط حروف کو کیسے مٹائیں گے۔؟ دھو لیجئے صابن کے ساتھ خوب، پاؤڈر بھی لگا لیجئے، مٹے گا۔؟ کبھی نہیں مٹتا ۔۔۔۔ بھائی! رگڑ سے، بوری سے، ٹاٹ سے، صابن سے، نہیں کسی سے یہ ٹھیک نہیں ہوتا ۔۔۔۔ اس کے لئے اب کیا طریقہ ہے! اُس کا طریقہ یہ ہے کہ اب اس لوہے کی تختی کو آگ میں ڈال دو تاکہ وہ پگھل جائے، لوہار کو دو تاکہ وہ پگھلا دے۔ اور پگھلنے کے بعد پھر ہتھوڑا لو اور اُسے خوب پیٹو، دوسری تختی بناؤ ۔۔۔۔ مادہ تو وہی ہے لیکن اس کی پہلی ہیئت کو بگاڑ کر کے پھر اُس تختی کو ٹھیک کرو، تب اُس کے اوپر آپ صحیح حروف کندہ کر سکیں گے ۔۔۔۔

۔۔۔۔ تو عرب کی جو حالت تھی وہ اُمّی تھے، اَن پڑھ تھے، وہ جہل بسیط میں مبتلا تھے حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب تک انہوں نے نہیں پہچانا، وہ مخالف تھے، لیکن جب انہوں نے پہچان لیا پھر وہ سب کے سب متبع ہو گئے ــــ ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا ــــ اللہ وہ ذات ہے جس نے اَن پڑھوں میں ایک بڑے عظیم الشان پیغمبر کو بھیجا ــــ اس عظیم الشان پیغمبر کی برکت سے آج اسی کروڑ مسلمان روئے زمین پر موجود ہیں۔ چودہ سو برس گذر گئے، لیکن الحمد للہ یہاں ایک آواز اُٹھی کہ یہاں درسِ قرآن ہوگا، ہمارے بھائی عثمان غنی صاحب نے دعوت دی، کہاں کہاں سے پروانے جمع ہو گئے۔ یہ ہے اللہ کی شان ــــ

بھائیو! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ۔ ہم نے اس قرآن کو نازل کیا، اس کے الفاظ محفوظ، اس کے نقوش محفوظ، اس کا لب ولہجہ محفوظ، اس کے معانی بھی محفوظ ــــ اور یہ بھی میں آپ سے عرض کروں کہ یہ معانی جو ہیں ان کو بیان کرنے والے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ــــ ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ۔

ہمارے حضرت مفتی صاحب نے جو آپ کے سامنے کہا کہ تلاوت کے بعد تزکیہ ــــ یہ دل و دماغ جو ہے یہ ظرف ہے اور قرآن مظروف ہے ــــ تو جب برتن پاک ہوگا اس میں آپ دودھ ڈالیں وہ بھی پاک ہوگا۔ پیالی اگر پاک ہو تو اس میں چائے ڈالئے، دودھ ڈالئے، ترکاری ڈالئے، وہ پاک ہوگی۔ لیکن اگر برتن پلید ہو اس میں آپ دودھ ڈالیں تو وہ بھی پلید ہوگا۔ اس لئے سب سے پہلے یُزَکِّیْھِمْ، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے دلوں کا تزکیہ فرمایا، کہ تمام کایا پلٹ دی لوگوں کی، تمام حالتیں لوگوں کی بدل دیں۔ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ۔ اس کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے معانی سکھلائے ــــ اور تعلیم سے پہلے تزکیہ ذکر کرنے میں بھی یہی نکتہ تھا، قرآن مجید کی ترتیب اور کسی لفظ کی تقدیم یا تاخیر بھی ہزاروں حکمتوں اور بیشمار لطائف سے خالی نہیں ہوتی، تزکیہ کے بعد قرآن مجید کے اسرار معلوم ہوں گے۔

بھائیو! ایک لطیفہ میں آپ کی خدمت میں عرض کروں۔ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ دیوبند میں حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ طالب علمی کا زمانہ تھا، اللہ نے ان کو ذہانت بہت عطا فرمائی تھی۔ کہتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانویؒ سے پوچھا کہ قرآن مجید میں دو آیتیں ہیں۔ ایک آیت تو ہے: وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَھُمَا (س المائدہ آیت ۳۸) چور مرد ہو، چور عورت ہو، فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَھُمَا، ان کے ہاتھوں کو کاٹ دو۔

——آج لوگ کہتے ہیں اگر اسلام کے اوپر عمل ہو تو سب ٹنڈے منڈے ہو جائیں گے۔ دیکھیے ذرا اس ایک واقعہ کو کہ جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کو فتح کیا، یہ حقیقت میں کل دنیا کی فتح ہے، خدا کی شان کہ بنو مخزوم جو کہ قریش میں بڑی باعزت قوم تھی—— بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی اور ثابت ہو گئی—— یہ گویا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان ہے، قریش، اور مکے کے رہنے والے ہیں، گویا اپنے گھر کے اوپر مسئلہ پیش آیا—— ایک عورت نے چوری کی، اور دعویٰ ہوا، رپورٹ ہوئی، اب تمام بنو مخزوم اور قریش پریشان ہیں۔ یہ تو بڑی بدنامی ہو جائے گی، ہماری ایک عورت کا ہاتھ کٹ جائے جیسے کہ آجکل ہم ڈرتے ہیں بدنامی سے—— کسی کی ہمت نہیں ہوتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفارش کرے۔ اخیر میں سب نے کہا کہ حضرت اسامہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کے صاحبزادے تھے، بڑی محبت تھی، ایک دفعہ حضرت اسامہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران کے اوپر بٹھایا، اور دوسری ران پر حضرت حسینؓ کو—— ایک طرف شہزادہ، دوسری طرف غلام زادہ—— دونوں کے سروں کو ملا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے ہیں: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّھُمَا، یا اللہ! مجھے ان دونوں سے محبت ہے اور تو ان سے محبت رکھ جو ان سے محبت رکھے—— حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا کہ اگر ایک ہاتھ میں اپنا بیٹا اور نواسہ ہے، تو دوسرے ہاتھ میں غلام کا بیٹا ہے۔ اس کو کہتے ہیں مساوات۔ جو لوگ آجکل مساوات مساوات چلاتے ہیں—— انہیں اپنی تاریخ معلوم نہیں—— تو لوگوں نے کہا کہ حضرت اسامہ کو پیش کر دو—— حضرت اسامہ کی خدمت میں لوگ آئے—— یہ ایک عورت کا معاملہ ہے، چوری کا، آپ سفارش کریں۔ حضرت اسامہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!—— آج حکومت نئی نئی قائم ہوئی ہے، اگر ابھی سے تشدد شروع کیا جائے۔ (آج کے الفاظ میں کہہ رہا ہوں) تو یہ لوگ تو متنفر ہو جائیں گے دین سے اور یہ دین ختم ہو جائے گا۔ (بالکل ردی بن جائیں گے)—— بھائی یہ جو ردی بن جائیں گے جہل مرکب والے بننے دو، ہمیں ان کی کوئی پرواہ نہیں۔ مگر اللہ کے حدود قائم کر دو۔ انہوں نے کہا کہ حضرت اس دفعہ معاف کر دیں حضورؐ نے خطبہ دیا اس مکہ معظمہ میں، بیت اللہ شریف میں، اپنے خاندان پر معاملہ ہے۔ سب سے پہلے کھڑے ہو کر تقریر کی کہ اے قوم! اللہ تعالیٰ نے آج ہمیں بادشاہی دی سلطنت دی، ہم سے پہلے بہت سی قوموں کو اللہ نے سلطنت دی تھی۔ لیکن جب ان قوموں کو سلطنتیں ملیں انہوں نے غریب کے اوپر قانون کو جاری کیا، امیر کو معاف کیا۔ یاد رکھئے! اسلام کا قانون

سب کیلئے یکساں ہے ___ جس عورت نے چوری کی تھی اُس کا نام بھی فاطمہ تھا، ترمذی وغیرہ میں یہ روایت ہے ___ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں یہ فاطمہ تو میری قوم کی فاطمہ ہے اگر فاطمہ میری جگر گوشہ چوری کر لیتی (اللہ اُسے پناہ دے) میں اس کے ہاتھ بھی کاٹتا ___ اور یہ دنیا کی سلطنتیں جو تباہ ہوئیں وہ اسی وجہ سے ہوئیں کہ جب خدا نے ان کو حکومت دی تو انہوں نے اس کی قدر نہ کی، خدا کے قوانین کا نفاذ نہیں کیا اس لئے تباہ ہوئے ___ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں آج ہمیں اللہ نے حکومت دی، تم کیا اس میں سفارش کرتے ہو۔؟

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ وہ آیت مبارک ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں چور مرد اور چور عورت دونوں کا ہاتھ کاٹ دو ___ اس آیت میں مرد کو پہلے ذکر کیا۔ وَالسَّارِقُ ___ اور عورت کو بعد میں ___ اور دوسری آیت ہے۔ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (س النور آیت ۲) ___ وہ عورت جو زنا کرے، وہ مرد جو زنا کرے، ان کو سَو دُرّے لگاؤ (اگر زنا کا ثبوت ہو) ___

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اپنے شاگرد مولانا تھانوی سے کہ بھائی! دونوں جگہ حد کا مسئلہ ہے ___ پہلی جگہ تو وَالسَّارِقُ مقدّم ہے، مرد مقدّم ہے۔ چور مرد، چور عورت ___ اور یہاں دوسری آیت میں عورت مقدّم ہے۔ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي۔ اس کی وجہ کیا ہے۔؟ اب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سوچ کر کے عرض کیا، جواب دیا استاذ کو، انہوں نے کہا حضرت! میرے دل میں تو یہ بات آتی ہے کہ یہ چوری جو ہے، یہ باہمت کا کام ہے، چوری کرنا تو آسان کام نہیں، چونکہ چور تو مرد بھی ہو سکتا ہے، عورت بھی، لیکن چوری کیلئے ہمّت کی ضرورت ہے، اور ہمّت آدمی میں بہ نسبت عورتوں کے زیادہ ہے۔ اس لئے چوری مردوں میں بہ نسبت عورتوں کے زیادہ ہو سکتی ہے، اور اُن میں ہمّت بھی زیادہ ہے۔ اس لئے اللہ نے ان کو پہلے ذکر کر دیا وَالسَّارِقُ ___ اور یہ زنا جو ہے اس کا منشاء شہوت ہے، شہوت رانی ___ اور شہوت عورتوں میں بہ نسبت مردوں کے زیادہ ہے۔ اس لئے یہاں اَلزَّانِيَةُ، عورت کو مقدّم کیا ___ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي ___ تو ___ خیر حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ بڑے خفے ہو گئے اور یہ کہا کہ نہیں، یہ جو تم نے توجیہہ بیان کی ہے، اگر ایسا ہوتا تو قیامت کے دن چور کہے گا، یا اللہ! تُو نے مجھے قوّتِ مردانگی اور ہمّت دی تھی اسی لئے میں نے اُس قوّت کو استعمال کر لیا تو آپ۔ مجھے کیوں پکڑتے ہیں۔؟

وہ تو میں نے فطرت کے مطابق چوری کی ــــ مردانگی اسی لئے دی تاکہ لڑوں اور چھینوں ــ اور عورت کہے گی کہ یا اللہ! اگر مجھ سے غلطی ہوئی تو قوتِ شہوانی آپ ہی نے دی تھی، سب سے زیادہ دی تھی، اس لئے میرا مواخذہ کیوں کرتے ہیں۔؟ اس لئے آپ نے جو نکتہ بیان کیا یہ نکتہ تو ایسا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فَاجْلِدُوا، فَاقْطَعُوا نہ مرتب ہونے چاہئیں۔ وہ تو ان کو چھوڑنا چاہئے ــــ حضرت تھانویؒ نے عرض کیا "حضرت آپ ہی بتائیں۔" فرمایا کہ میرے دل میں اللہ نے یہ بات القاء کی کہ دیکھو یہ چوری جو ہے یہ تو حرام کھانا ہے۔ مرد کے لئے حلال ذریعے سے کمائی کے بہت سے طریقے ہیں، وہ تجارت کر سکتا ہے، ملازمت کر سکتا ہے، مزدوری کر سکتا ہے، چونکہ وہ آزاد ہے ہر جگہ چل پھر سکتا ہے، تو حلال روزی حاصل کرنے کے بہت سے طریقے ہیں اور اس پر مرد قادر ہے ــــ اور عورت جو ہے، اس کیلئے اتنے ذرائع نہیں ہیں جتنے کہ مرد کیلئے ہیں۔ اس لئے کہ عورت بچاری پردے میں ہے تو وہ مزدوری نہیں کر سکتی، باہر نہیں پھر سکتی، ہاں گھر میں بیٹھ کر کہیں سلائی مشین وغیرہ کا کام کرے، یہ تو ہو سکتا ہے، لیکن مرد کے پاس جتنے ذرائع حلال کمائی کے ہیں، وہ عورت کے پاس نہیں ہیں، اس لئے کہ وہ حجاب میں ہے، پردے اور گھر میں ہے ــــ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجرم کو پہلے ذکر کیا کہ مرد جس کے پاس حلال کمائی کے ذرائع بکثرت ہیں، پھر بھی وہ چوری کرتا ہے تو وہ ایک نمبر ظالم اور چور ہے۔ وَالسَّارِقُ ــــ اور عورت جو ہے، اس کی چوری بھی گناہ ہے لیکن وہ نمبر ۲ پر ہے، اس لئے کہ اس بچاری کے پاس حلال ذرائع آمدنی کے نہیں ہیں۔ اس لئے وہاں عورت کو بعد میں ذکر کیا، مرد کو پہلے ذکر کیا ــــ نمبر ایک بدمعاش ــــ اور اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي۔ اس میں عورت کو کیوں پہلے ذکر کیا۔؟ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا۔ دیکھو یہ زنا جو ہے یہ تو اسی وقت ہوتا ہے کہ جہاں پر کوئی حجاب نہ ہو، جہاں مرد اور عورت میں حجاب نہ ہو، اس وقت یہ زنا متحقق ہوتا ہے۔ اب یہاں پر دیکھیں مرد ہے، مرد تو باہر گھومتا ہے۔ مرد کے لئے حجاب اور ستر کا حکم نہیں، ہاں مرد کے لئے حکم ہے۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (س النور۔ آیت ۳۰) مسلمانوں سے کہہ دینا کہ جب راستے پر جاتے ہو، اور کوئی اجنبی عورت آئے تو تم آنکھ کو نیچے کر لو۔

ایک دفعہ صحابہؓ کو، مسلمانوں کو عیسائیوں نے پکڑ لیا اور پکڑنے کے بعد کہا کہ گرجے میں انہیں لے جاؤ۔ اور جتنی حسین و جمیل عورتیں تھیں وہ وہاں لے آئے تاکہ یہ ان پر فریفتہ ہو کر اپنے